ڈاکٹر نجیب جمال

# یگانہ آرٹ

Yagana was an artist who had a lot of curiosity towards Arts, as he intended to fulfill his objectives through poetry but was pushed back in practical life and unfortunately most of his work was recognized after his death. Accordingly, the article deals with his powerful imagination, high spirit in Arts and representation of different realities of life.

---

کہا جاتا ہے کہ شاعر کی داخلی کشمکش اور آویزش اس سے شعر کہلواتی ہے جان پریس کے لفظوں میں ''شاعری کی تخلیق کا راز انسانی فطرت کے گوناگوں تضادوں کا آئینہ ہے''۔(۱) یگانہ کی شاعری میں بھی ان کی ذات کی بوالعجبیوں کا عکس موجود ہے اور شاید دوسرے شعرا سے کچھ زیادہ ہی ہے تاہم انہوں نے زمانے کے تضادات اور متصادم فکری رجحانات کو بھی اپنے شعور میں جگہ دی اور اس تصادم کا تماشہ اپنی ذات میں کیا۔ مستقل معاشی تنگ دستی اور بے پناہ فن کاران تجسس کی بنا پر حالات کے ساتھ یگانہ کا نباہ نہ ہو سکا مگر اپنے فن کے زور پر تخلیق کی ہوئی دنیا میں ان کی شخصیت اپنی تلاش میں نکلی ہوئی دکھائی دیتی ہے ان کے مقاصد حقیقی دنیا میں نہ سہی فن کی دنیا میں ضرور پورے ہوئے ہیں۔ سماج کے مختلف طبقوں میں جو زبردست خلیج پائی جاتی ہے یگانہ کو اس کا ذاتی تجربہ تھا۔ وہ اس جدلیاتی کشمکش کو قبول کر لیتے ہیں مگر اطاعت قبول کرنے کا مادہ ان کی شخصیت میں سرے سے ناپید تھا یہی وجہ ہے کہ جب ان کا جمالیاتی اور وجدانی احساس زندگی کے جبر سے ٹکراتا ہے تو ان کی ذات نمایاں ہونے لگتی ہے یگانہ کی زندگی کے بعض غیر متوازن رویے شخصیت کی اسی نمود کی وجہ سے تھے تاہم ان کی ذات اظہار کے لئے تخلیقی وسائل استعمال کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی ان کے فن میں متوازن انداز فکر موجود ہے سوائے ان کی شاعری کے اس حصے کے جو مخالفین کو چڑانے کے لئے تھا۔

یگانہ کے مثالی زور کلام کی ایک سے زیادہ توجیحات کی جا سکتی ہیں ڈاکٹر عبادت بریلوی کے لفظوں میں ''یگانہ نے اپنے مفکرانہ انداز کے سہارے ایک ایسی بلند آہنگی اور شدت پیدا کی کہ اس کی حدیں رفعت اور ترفع سے جا ملیں''۔(۲) یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ یگانہ کے کلام میں تخیل کی فراوانی، حقائق کی ترجمانی اور ذہن کی بلند پرواز بتدریج نمایاں ہوتی چلی گئی مگر ان کے اس ذاتی جوہر کی پذیرائی نہ کی گئی جس کے سبب وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے جس کا نتیجہ بالآخر انا نیت کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ اپنے آپ کو ذہن مطلق سمجھنے لگے۔ ہیگل کا خیال ہے کہ ''ذہن مطلق تین مراحل سے گزرتا ہے اور اپنے آپ کو بتدریج آرٹ، مذہب اور فلسفہ میں منکشف کرتا ہے۔ وہ آرٹ میں وجدانی بن کر، مذہب میں تخیلی بن کر اور فلسفے میں خالص منفی فکر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے''۔(۳) یگانہ بھی آرٹ میں وجدانی نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ اُن کے کلام کا مجموعہ کلام ''آیات وجدانی'' جو اُن کے کلام کا نمائندہ مجموعہ ہے اس امر پر شاہد ہے۔ مذہب کے معاملے میں ان کے آزاد تخیل نے انہیں خدائی سے ٹکرا دیا اگرچہ آخر آخر انہوں نے اشعار میں اپنی شکست کا اعتراف کیا تاہم ان کے لہجے کے تاؤ میں کسی موقع پر

Scanned by CamScanner

کی نہیں آئی دیکھیے:

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا     خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا
پڑے ہو کون سے گوشے میں تنہا     یگانہ کیوں خدائی ہو چکی بس

یگانہ کی شاعرانہ فکر بہت حد تک منفی رجحانات رکھتی ہے۔ اسلم انصاری کے لفظوں میں ان کی شاعری میں: "یہ گھن گرج، یہ شور ان کی ذہنی کیفیات کا ایک بہت اہم پہلو ہے۔ یوں تو تنہائی کا احساس ہر فن کار کا مقدر ہے لیکن یگانہ کے یہاں یہ احساس کچھ زیادہ ہی شدید تھا چنانچہ یہ ہنگامہ اور شور اس احساس کو کم کرنے کی ایک کوشش ہے" (۴) یگانہ کی یہی کوشش "ناموافق اور نامساعد" حالات میں خالص منفی فکر کی صورت میں ظاہر ہوئی جس نے اپنوں کو خفا اور بے گانوں کو ناخوش کیے رکھا۔

یگانہ کی تخلیقی شخصیت نے پہلی کروٹ اس وقت لی جب لکھنؤ کے سرکردہ شعرا اپنی روش خاص کو چھوڑ کر غالب کے انداز بیاں کی تقلید میں مصروف تھے۔ یگانہ نے لکھنؤ آنے کے بعد لکھنوی طرز فکر اپنانے کی کوشش تو ضرور کی جس کا ثبوت ان کا پہلا مجموعہ کلام 'نشتر یاس' اور ان کا پہلا تخلص 'یاس' ہے جس میں لکھنوی سکول کی مصنوعی الم پسندی اور اختیاری غم انگیزی کا پہلو نمایاں ہے تاہم

یگانہ اپنے دوسرے معاصرین صفی، عزیز، آرزو، ثاقب اور محشر کی طرح اپنی طرز بدلنے پر آمادہ نہیں تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ماحول سے ان کی ٹھن گئی۔ یہ کشاکش یہاں تک بڑھی کہ پورے زمانے کو انہوں نے اپنا حریف سمجھ لیا ان کی لڑائی چومکھی تھی ایک طرف ماحول کے ساتھ ٹکراؤ تھا تو دوسری طرف تاریخ کے ساتھ، اور تاریخ بھی وہ جس میں انہیں غالب کا قطب مینار دکھائی دے رہا تھا۔ اسی طرح ایک جانب تو روایتی غزل کے احیاء کے حوالے سے معروف شعرا تھے تو دوسری جانب جدید نظم و غزل کے علاوہ ترقی پسند شعراء تھے اسی زمانے میں وہ یاس سے یگانہ ہو گئے تھے۔ یگانہ ایک لحاظ سے غالب کا جوابی نام تھا گویا غالب کی ''افراسیابیت'' کا جواب ''چنگیزیت'' کی صورت میں ظاہر ہوا۔

سماجی طور پر یگانہ جاگیردارانہ سماج ہی کے پروردہ تھے جس کی بنیادیں اس وقت کے اقتضا سے کھوکھلی ہو چکی تھیں اور اب سوائے وضع داری اور جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری کے اس سماج کے پاس کچھ نہیں رہا تھا۔ زوال آمادہ معاشرے کی حالت دو طرح کی ہو سکتی ہے۔ ایک تو وہ غنودگی اور آرام پسندی جس کا مظاہرہ لکھنوی سماج نے عمومی طور پر کیا، دوسرا وہ احساس محرومی جو چڑچڑے پن یا تلخی اظہار کی صورت پکڑ لیتا ہے۔ صفی اور عزیز وغیرہ کے یہاں پہلی کیفیت نمایاں ہوئی جب کہ یگانہ کے لہجے کی کھرج (HARD CONSONANT) اور ان کے یہاں آوازوں کا شور ایک سماجی ہنگام کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی چیز ان کے یہاں ڈرامائی عنصر کو پیدا کرتی ہے۔

ڈرامائیت بنیادی طور پر پیکار اور آویزش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ پیکار اور آویزش متضاد صورتوں (Paradoxical situation) کے جنم لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی صوفی شاعر کے یہاں زندگی کی پیکار اور کشمکش سے جنم لینے والا ڈرامہ نہیں ملے گا کیوں کہ تصوف تو خود تضادات کو رفع کرتا ہے۔ یگانہ کے یہاں تصوف کے عناصر اسی لیے روایتی رنگ میں نہیں۔ ابتدا میں انہوں نے روایتی تصوف کے حوالے سے چند اشعار ضرور کہے لیکن آگے چل کر وہ حقیقت حیات اور اصل کائنات کے بارے میں طنزیہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں۔

شش جہت میں ہے ترے جلوۂ بے فیض کی دھوم     کان مجرم ہیں مگر آنکھ گنہگار نہیں

کچھ اور آگے چل کر ان کا نظریہ حیات متشککانہ ہو جاتا ہے۔

کس کی آواز کان میں آئی     دور کی بات دھیان میں آئی
تماشا گاہ حیرت میں کہاں کا تو کہاں کا میں     بس اتنا تھا کہ آئینے سے آئینہ مقابل تھا

Scanned by CamScanner

پھر یہی متشککانہ رویہ ان کی اس داخلی کشمکش کا باعث بنا جس سے وہ آخر تک پیچھا نہ چھڑا سکے

امید و بیم نے مارا مجھے دوراہے پر کہاں کے دیر و حرم گھر کا راستہ نہ ملا

یگانہ کی نفسیاتی زندگی کا سراغ لگائیں تو دو بنیادی باتوں کا پتہ چلتا ہے- ایک تو انسان کی عظمت کا احساس اور دوسرے اس کی اختیاری حدود کا تجربہ- یگانہ کو انسان کی تقدیر (Human Fate) کا ذاتی تجربہ تھا ان کی ایک پوری غزل میں اسی انسانی تجربے کی گونج سنائی دیتی ہے- غزل کا مطلع ہے

خودی کا نشہ چڑھا آپ میں رہا نہ گیا خدا بنے تھے یگانہ مگر بنا نہ گیا

یگانہ کے یہاں نفسی کشاکش ان کی شاعری کو ڈرامائی رنگ عطا کرتی ہے- یگانہ کے فن میں لہجے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے- میر انیس کی طرح ان کی شاعری بھی خاموش مطالعے کی شاعری نہیں ان کا ہر لفظ ایک مخصوص آواز اور رسائی رکھتا ہے-

یگانہ نے غزل جیسی داخلی صنف سخن کو غیر عشقیہ واردات کا ذریعہ اظہار بنایا- انہوں نے انفرادی نفسی کیفیات اور حیات و کائنات کے مسائل کا اظہار تغزل کی دنیا سے باہر نکل کر کیا اور اپنے مخصوص کر وفر کے ساتھ اردو غزل کے حزنیہ آہنگ پر ضرب لگائی اور زندگی کو محرومیوں اور ناکامیوں کے باوجود عزیز رکھا- یگانہ نے ایسے بے شمار الفاظ استعمال کئے جو تغزل کی روح کے سراسر منافی تھے- ان کی طرز ادا نے بانکپن اور کج کلہی کا خوب مظاہرہ کیا تاہم اس کے باوجود ان کے یہاں فنی پختگی اور شعری مہارت درجہ کمال پر ہے جس نے غیر متغزلانہ اظہار کے ہوتے ہوئے پرکار سادگی کا روپ دھار لیا ہے- جسے آل احمد سرور ان کی پینترے بازی کہتے ہیں وہ دراصل ان کے فن کی پہلو داری ہے- یگانہ کے بیشتر اشعار پرکارانہ تراش خراش کے غیر معمولی مظہر ہیں- ملاحظہ کیجئے

کوبکن اور کیا بنا لیتا بن کے بگڑے تو کیا کرے کوئی

ہنوز زندگیٔ تلخ کا مزہ نہ ملا کمال صبر ملا ، صبر آزمانہ ملا

کارگاہِ دنیا کی نیستی بھی ہستی ہے اک طرف اجڑتی ہے ایک سمت بستی ہے

یگانہ کا وجود ان کی شاعری میں ایک بھرپور تجربے کے طور پر موجود ہے- ان کی زندگی کے جاں گسل تجربات اپنی کلیت کے ساتھ ان کے اشعار میں دکھائی دیتے ہیں- یگانہ کی تخلیقی شخصیت بہت زیادہ پیچیدہ نہیں ہے اس میں بظاہر پتھر جیسی سختی ہے مگر بباطن یہ ذہنی و جذباتی سخت کوشی کی مظہر ایک معین شخصیت ہے- یگانہ کے اپنے تعصبات اور اپنی ترجیحات ہیں- وہ خود پر انحصار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس نے ان میں منفرد دکھائی دینے کے احساس کی افزائش کی اور جوں جوں عام زندگی میں ان کے تلف ہونے کے امکانات بڑھتے گئے وہ وہ ان کے اپنے آپ پر انحصار کرنے کے عمل میں اضافہ ہوتا گیا-

یگانہ کی زندگی ایک عنوان ہے پیکار مسلسل کا، ایک ہنگام کا اور شخصی سطح پر جنم لینے والے تصادمات کا بعینہٖ ان کی فکر میں بھی ان کی جودت طبع، ایقانِ ذات کی صورت میں ملتی ہے- بلند آہنگی ان کے اشعار کی داخلی خصوصیت ہے- ان کی بلند آہنگی کسی بھی جذباتی مغالطے کے امکان کو رد کرتی ہے اور ان کی فکر کو متعین کرتی ہے- یگانہ کے یہاں انا کے اثبات کی حیثیت سناٹے میں رفیق تنہائی کی سی ہے- یگانہ کی شخصیت میں فطری طور پر ضبط، تناسب اور توازن کی کمی تھی اسی وجہ سے ان کی انا کا اثبات متزلزل (DISTORT) ہو گیا- زمانے نے انہیں اپنی سان پر ایسا چڑھایا کہ انہیں ضبط کی مہلت ہی نہیں ملی نتیجتہً ان کی آواز میں چیخ کا سا تاثر پیدا ہوا اور وہ اپنی ذات سے غیر جذباتی فاصلہ پیدا کرنے میں ناکام ہوئے شاید اسی لئے ان کی شاعری عظمت کے کلس کو چھو کر رہ گئی تاہم جہاں جہاں جذباتی و ذہنی انتہا پسندی کی بجائے ضبط ٹھہراؤ اور دھیما پن پیدا ہوا ہے وہاں وہاں یگانہ واقعی یگانہ ہیں-

اپنا گھر اپنی زمیں اپنا فلک بیگانہ آشنا کوئی بجز سایۂ دیوار نہیں

Scanned by CamScanner

مری بہار و خزاں جس کے اختیار میں ہے — مزاج اس دل بے اختیار کا نہ ملا
دلیل راہ دل شب چراغ ہے تنہا — بلند و پست میں گزری ہے جستجو کرتے
صد رفیق و صد ہمدم پر شکستہ و دل تنگ — داورانی زنہد بال و پرمن تنہا

یگانہ کے یہاں ایسے اشعار کی تعداد کسی بھی اعتبار سے کم نہیں لیکن ان کی تلخ نوائی کا چرچا اس قدر زیادہ ہے کہ ایک مخصوص وضع کے اشعار ان کے فن کی شناخت بن گئے ہیں حالاں کہ شمیم حنفی کے لفظوں میں " وہ بیک وقت کئی سطحوں پر سوچنے، محسوس کرنے اور اپنے تجربوں کو دریافت کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے جو بات ان کی حسیت کو ایک مرکز پر سمیٹتی ہے وہ ان کا شخصی حوالہ ہے اس شخصی حوالے نے یگانہ کو انتشار سے اور ان کی شاعری کو حواس کی ابتری سے بچائے رکھا۔ بکھراؤ کے باوجود ترتیب کا تاثر محفوظ رہتا ہے"۔(۶)

یگانہ کے لہجے کے حوالے سے شمیم حنفی کا یہ خیال بھی درست ہے کہ " یگانہ کے لہجے میں جو جارحیت ملتی ہے اُسے تند خوئی کے ساتھ ساتھ کہنہ سال شعری ضابطوں کی طرف سے بے اطمینانی اور ان کی جگہ ایک نئی بوطیقا کی تشکیل کے حوالے سے بھی دیکھنا چاہیئے ...... یگانہ کی بوطیقا نفاست و نرمی کے بجائے کھردرے پن، درشتگی اور سخت کوشی کے واسطے سے غزل کی عام روایت کے بالمقابل ایک نئی روایت کا حرف آغاز بنتی ہے اس نقطے پر وہ اپنے معاصرین میں سب سے الگ دکھائی دیتے ہیں، زمانے کی طرح اپنے تخلیقی تجربے کی حشر گاہ میں بھی ایک دم اکیلے، معتوب روزگار مگر اپنے آپ سے مطمئن اور اپنے انجام سے بے پروا"(۷)

یگانہ نے اپنے تنگی حالات کے باوجود آرٹ کے جاں گسل مراحل کو استقلال اور پامردی کے ساتھ طے کیا۔ انہوں نے شاعری کو شکست، فرار، گریز یا ذہنی عیاشی کا ذریعہ بنانے کے بجائے شاعری کی غرق منے ناب روایت سے اختلاف کرتے ہوئے اسے تقلید کی بیڑیوں سے آزاد کرانے کی کوشش کی۔ یہی یگانہ کے فن کی وہ انفرادیت ہے جس کے بارے میں سجاد باقر رضوی نے اظہار کرتے ہوئے کہا تھا " یگانہ کی جو بات مجھے اچھی لگی وہ کلاسیکی اصول نہیں تھا یگانہ غزل کی کلاسیکی ہیت میں ایک باغی کی شکل نظر آئے گا۔"(۸)

یگانہ کی شاعری میں کوئی مربوط فلسفہ زندگی موجود نہیں۔ ویسے بھی مربوط فلسفہ یا مجرد فکر شاعری کو بڑا نہیں بنا سکتے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی بڑی شاعری میں تصورات کا مربوط نظام نہیں ملتا مگر یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ دنیا کی بڑی شاعری میں فکر کا عنصر موجود ہے گویا فکر نہیں بلکہ کوئی منظم فلسفہ یا مربوط نظام تصورات شاعری کے حسن کو بگاڑتے ہیں جب کہ شاعری میں فکری عناصر کی موجودگی اس کے محیط میں اضافہ کر سکتی ہے۔ یگانہ کی شاعری میں بھی کوئی باقاعدہ فلسفہ حیات موجود نہیں تاہم وہ شعر کے بارے میں ایک مخصوص انداز فکر رکھتے ہیں۔

یگانہ نے تصور شعر کے معاملے میں جا بجا حالی کی فکر سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے 'نشتر یاس' میں 'ماہیت شاعری' کے عنوان سے جو بحث کی ہے اس میں حالی کے خیالات سے مطالب اخذ کرنے کا اعتراف اس طرح کیا ہے "مولانا حالی نے اس بحث کو بہت شرح و بسط سے لکھا ہے مگر میں اپنے موضوع شعر کے متعلق مفید مطلب اقتباس کر کے معیار تغزل پر اپنے خیالات ظاہر کرتا ہوں"(صفحہ ۷)

ڈاکٹر وحید قریشی نے 'مقدمہ شعر و شاعری' مرتب کرتے ہوئے "متفرقات" کے عنوان سے جو بحث کی ہے اس میں یگانہ کی تصنیف "چراغ سخن" کو ان کتابوں میں شامل کیا ہے جو "مقدمہ شعر و شاعری" کی پیروی میں لکھی گئیں۔(۹)

یگانہ نے اپنے تصور فن کی وضاحت اس طرح کی ہے "شعر و سخن کو میں ایک مقدس فن سمجھتا ہوں اور اس فن میں مجھے جس قدر انہماک ہے وہ اسی نقطہ نظر سے ہے۔"(۱۰) "ماہیت شاعری" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یگانہ شاعری کو حواس خمسہ کی

Scanned by CamScanner

نظر سے بھی آگے کی چیز جانتے ہیں اور اس کی خداداد تاثیر کے قائل ہیں وہ بھی حالی کی طرح مقتضائے حال اور اصلیت کو تخیل کی بنیاد سمجھتے ہیں اور انہی کی طرح کمال شاعری کے لئے تین شرطیں عاید کرتے ہیں- اول طبیعت کا لگاؤ، دوم تخیل، سوم قوت حافظہ- یگانہ ہمیشہ انہی نظریات پر قائم رہے چنانچہ ان کے نظریہ فن کا اطلاق ان کی شاعری پر بآسانی کیا جا سکتا ہے-

یگانہ نے ''ماہیت شاعری'' میں بڑی تفصیل سے تخیل پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور قوت متخیلہ کے تصرفات پر روشنی ڈالی ہے- تاہم وہ قوت متخیلہ اور قوت ممیزہ میں برابر کی شراکت کے قائل ہیں- قوت ممیزہ کے بغیر قوت متخیلہ ان کے نزدیک ایک مطلق العنان گھوڑے کی مانند ہوگی- یگانہ مادہ اور صورت کو شاعری کے اجزائے اصلی قرار دیتے ہیں یعنی کیا کہنا چاہیے اور کیوں کر کہنا چاہیے- وہ بھی شعر سے متعلق ملٹن کی اس رائے کو معتبر جانتے ہیں جس کا چناؤ حالی نے کیا تھا یعنی شعر سادہ ہو، جوش سے بھرا ہوا ہو اور اصلیت پر مبنی ہو- آخر میں یگانہ معیار تغزل کے حوالے سے روایتی غزل کے محشرستان تخیل کا خاکہ اڑاتے ہیں اور غزل میں فلسفیانہ موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں ''فلسفیانہ خیالات اور قوانین قدرت کے مسائل کو (بغیر رنگ تغزل میں رنگے ہوئے) روکھے پھیکے الفاظ میں نظم کر دینا شاعری نہیں-'' (صفحہ ن)

یگانہ شعر میں محاورے کے استعمال کا جواز ہی تلاش نہیں کرتے اس کی فضیلت کا بیان بھی کرتے ہیں انہی کے لفظوں میں ''ایک ہی بات ہے کہ محض سیدھی سادی ترکیبوں سے ادا کر دی گئی اور مطلب سمجھ میں آ گیا مگر اسی بات کو کسی پاکیزہ محاورے 'کسی خاص بانکپن' کسی نرالے انداز سے یوں بیان کر دیا اور کوئی ایسی آڑی کن لگا دی کہ دل بے چین ہو گئے اسی کن دینے کو شاعری کہتے ہیں-'' (صفحہ ن) یگانہ کی شاعری میں بھی محاورے کا استعمال 'کن دینے' کے خیال سے ہے جسے ان کے معترضین محاورے کی شاعری کو محدود بتا کر اسے یگانہ کے فن کی کمزوری بتاتے رہے ہیں-

'چراغ سخن' میں یگانہ نے ''شعر و سخن'' کے عنوان سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے انہیں ''ماہیت شاعری'' کی توسیع سمجھنا چاہیے یہاں انہوں نے شعر کے بنیادی عناصر میں تخیل کے علاوہ محاکات اور موسیقیت کو بھی شمار کیا ہے اور انہیں شاعری میں اثر کا ضامن قرار دیا ہے-

یگانہ شعر کے بارے میں ایک باقاعدہ تصور تو ضرور رکھتے ہیں مگر شعر میں کسی باقاعدہ نظام فکر کے قائل نہیں تاہم وہ زندگی کو متحرک چیز سمجھتے ہیں اور اس کی مسلسل نمو کے قائل ہیں- وہ کہتے ہیں ''میری حقیقت فلسفہ کی کوئی پیچیدہ گرہ نہیں سیدھی سادی زندگی ہے''- (۱۱) 'دل شب چراغ' کی روشنی میں انہیں انسان حرکت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ اس کے ذوق طلب اور شوق جستجو کی حکایت دہراتے ہیں- دیکھیے:

دلیل راہ دل شب چراغ ہے اپنا — بلندو پست میں گزری ہے جستجو کرتے
رفتار زندگی میں سکوں آئے کیا مجال — طوفاں ٹھہر بھی جائے تو دریا بہا کرے
خاک کا پتلا بگولا دشت کا ہو جائے گا — مٹ کے بھی اک پیکر نشو و نما ہو جائے گا
دل ہے پہلو میں کہ امید کی چنگاری ہے — اب تک اتنی ہے حرارت کے جئے جاتے ہیں

یگانہ کی شاعری کسی باضابطہ فلسفہ حیات کے بغیر اپنے اندر حیات انسانی اور اس کی تنقید و شرح کا موضوع سمیٹے ہوئے ہے- یگانہ ''آیات وجدانی (جدید)'' میں بھی روز مرہ زندگی کی اہمیت پر اصرار کرتے ہیں- ان کے خیال میں زندگی اور فطرت (LIFE AND NATURE) کے رنگا رنگ حقائق کو باہم ربط دینے سے فن میں عظمت پیدا ہوتی ہے- (صفحہ ۸۵) یگانہ کے کلام میں ایسے اشعار کی کمی نہیں جن میں انسان، فطرت کے مقابل نبرد آزما دکھائی دیتا ہے- دیکھیے

نا خدا کچھ زور طوفاں آزمائی بھی دکھا — فکر ساحل چھوڑ لنگر ڈال دے منجدھار میں
باز آ ساحل پہ غوطے کھانے والے باز آ — ڈوب مرنے کا مزہ دریائے بے ساحل میں ہے

Scanned by CamScanner

یہی جذبہ ان کے فن کا محرک بھی ہے۔ اس اعتبار سے وہ انسانی احساسات میں ربط تلاش کر لیتے ہیں۔ ان کے لفظوں میں ''یہی کام ہے آرٹ کا کہ تمام انسانوں کے احساسات میں ہم آہنگی پیدا کر کے وجدانی اعتبار سے انہیں متحد کر دے'' (صفحہ ۶۵)

آرٹ کے معاملے میں یگانہ کسی بھی قسم کا سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اول اول لکھنؤ کے جدید اسلوب کے حامل مگر قدیم روشوں پر چلنے والے شعراء سے ان کی بگڑی پھر غزل کا احیاء کرنے والے شعراء سے ان کا مزاج نہ ملا۔ ترقی پسند ادب انہیں محض ڈھنڈورا معلوم ہوا اور اقبال کی شاعری انہیں محدود اور نیشنلزم میں جکڑی ہوئی نظر آئی۔ آخر آخر مذہب کے بارے میں اُن کی آزاد خیالی (جو اس وقت ان کی بے دماغی کی پیداوار تھی) رنگ لائی۔ معتوب تو پہلے سے تھے رسوا بھی ہو گئے۔ راہی معصوم رضا کا یہ خیال درست ہے کہ

''وہ اپنے عہد کے تضادات کے ہنگامہ میں چراغ کی لو کی طرح لڑکھڑاتے رہے لیکن موجود رہے اور نتیجے اخذ کرتے رہے'' (۱۲) یگانہ درحقیقت ہوا سے لڑتے رہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں بالکل اکیلا پایا مگر مگر ہمت نہیں ہاری۔ انہیں اپنے سوا کسی پر اعتماد نہیں تھا یہی چیز ان کے شدید احساس کمتری کی غماز ہے جسے چھپانے کے لئے انہوں نے کیا کیا جتن نہیں کیے۔ ان کا منفعل احساس کبھی غریب الوطنی، کبھی تنہائی اور کبھی اپنی ہی آواز کی بازگشت کی صورت میں ظاہر ہوا، جس نے ان کے یہاں ایک عجیب جوش حیات کو پیدا کیا ہے گویا یگانہ کے فن کی اولین خصوصیت جوش بیاں، توانائی اور کس بل ہے۔ غزل کی یہ للکار، یہ معرکہ آرائی، آواز کا یہ گاڑھا پن شعرائے ماضی کی تمام مانوس آوازوں سے جدا ہے۔ حتیٰ کہ سودا اور آتش سے بھی۔

یگانہ کے فن میں آب ان کے جارحانہ، پرجوش اور ولولہ انگیز انداز سے آئی ہے۔ اس رویے کی ابتدا احتجاج سے ہوئی جس نے انہیں رفتہ رفتہ انتہا پسند بنا دیا اور وہ شارع عام سے ہٹ کر چلنے لگے۔ یہ صحیح ہے کہ ہمت مردانہ رکھنے کے باوجود ان کے حوصلے کی کمر ٹوٹتی رہی مگر انہوں نے اپنے فن میں زندگی کی جدلیت، مردانگی، بانکپن، نشاط، طنز اور فکر جیسے عناصر کے امتزاج سے کن لگائی ہے۔ یگانہ نے ہر دم سنبھلتے رہنے کو وظیفۂ زیست بنا کر اپنے فن کو تحرک کا استعارہ بنایا۔ وہ نہایت تکلیف دہ حالات میں بھی اپنے فن کی پرورش کرتے رہے۔ باقر مہدی کے لفظوں میں ''یگانہ کا آرٹ وہ آئینہ ہے جس میں ایک بلند شخصیت کے شاعر کی تنہا جدوجہد کی پوری داستان چھپی ہوئی ہے''۔ (۱۳)

یگانہ کے فکر و فن کی تنظیم میں بعض فارسی شعراء کا حصہ بھی رہا ہے خصوصاً عرفی اور صائب سے وہ بہت متاثر ہوئے صائب کی پروازِ فکر کے یگانہ زبردست معتقد تھے۔ وہ بلندی تخیل کے ساتھ زبان کی سلاست قائم رکھنے کو بھی صائب کا کمال شاعری جانتے تھے۔ یگانہ نے صائب کے حکیمانہ خیالات سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب بھی دی ہے (۱۴) انہوں نے صائب کے اس شعر کو اپنی زندگی کا فوٹو بتایا تھا۔

ایں قدر گز تو دلے چند بود شاد، بس است
زندگانی بمرادِ ہمہ کس نتواں کرد (۱۵)

مجنون گورکھپوری کے خیال میں ''آتش کے علاوہ میر اور غالب نے بھی یگانہ کی شاعری کی تشکیل میں حصہ لیا ہے'' (۱۶) تاہم یگانہ لاکھ میر پرست سہی مگر میر کی سی دروں بینی ان کا مطلوب ہنر نہیں نہ ہی ان کی شاعری میں وہ اسراریت ہے جو میر کے سخن کو تعینات کی حدود سے آگے لے جاتی ہے تاہم دونوں کے نظام اقدار میں مماثلت کے چند پہلو ضرور مل جاتے ہیں کہ دونوں ہنر دشمن معاشرے کا ہدف تھے اور اپنی شرائط پر زندگی کرنے کے تمنائی تھے۔ دونوں کے یہاں ذاتی انا کے اثبات کی کاوش ملتی ہے مگر یہ یگانہ کی کم نصیبی تھی کہ ان کی ذات دھیرے دھیرے ابتری کے طوفان میں پھنستی جا رہی تھی جس کے نتیجے میں ان کی زندگی مادی فشار کا شکار ہوئی اور جس سے ان کے یہاں منفی ردعمل پیدا ہوا اور وہ اپنی ذات سے غیر جذباتی فاصلہ قائم نہ کر سکے۔ اس لئے یگانہ اپنی شاعری کے غالب میلانات کی وجہ سے ایک مختلف وجود رکھتے ہیں۔ گویا شمیم حنفی کے لفظوں ''یگانہ کے

Scanned by CamScanner

ساتھ اس راستے میں میرو آتش کی پرچھائیاں بس پل دو پل ساتھ چلتی ہیں''۔(۱۷)

اسی طرح غالب اور یگانہ میں بہت کچھ ذہنی اشتراک کے باوجود یگانہ کی شاعری اور لب و لہجے پر غالب کا اثر اتنا ہی ہے کہ مشاعروں میں مصرع طرح کی پابندی کی وجہ سے انہوں نے بہت سی غزلیں غالب کی زمین میں کہیں تاہم غالب کی شاعری یگانہ آرٹ کی نشو ونما میں ایک محرک کی حیثیت ضرور رکھتی ہے۔ غالب کی طرح ان کی شاعری میں بھی معنی آفرینی کا پہلو موجود ہے دونوں ہی نے اپنے اپنے عہد کا دامن حریفانہ کھینچا ہے مگر یگانہ کا تخلیل غالب کی مانند پیچاک اور پرکار نہیں، ہاں معنوی نزاکتیں اور اسلوب کی جدتیں ان کے یہاں بھی ہیں۔

یگانہ نے صاحب کمالوں (۱۸) کی صحبت اور ان کے عالی خیالات سے فیض اُٹھایا تھا جس نے ان کے فن کے لئے محرک کا کام کیا مگر ان کے فن کا بڑا محرک شخصیت اور ماحول کا ٹکراؤ تھا جس کے نتیجے میں وہ احتجاجی اور انتقامی روش پر چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ زمانے کے بلند و پست کو اپنی ٹھوکروں سے ہموار کرنا چاہتے ہیں اور حاسد ذہنیت کا علاج نرمی اور ملائمت کے بجائے 'زہر خند مردانہ' تجویز کرتے ہیں۔ مزاج اور ماحول کے تصادم میں شدید زخمی ہونے کے باوجود وہ زخموں کی ٹکور کرنے نہیں بیٹھ گئے بلکہ اپنے فن میں وہ اس 'دنیائے دوں' سے اپنی ذات سے، اور اپنے ماحول سے اوپر اُٹھنے کی کوشش کرتے ہیں اور حیات انسانی کے پیچیدہ حقائق و معارف اور فطرت انسانی کی تہہ نشیں جہتوں کی نشاندہی کرتے جاتے ہیں۔

یگانہ کے فن کے بعض پہلو ایسے ہیں جو ان کی سوچ کا مستقل محور رہے ہیں۔ خدا کا وجود، مذہب کی افادیت، مذہب، آرٹ اور انسان کی مجبوری جیسے موضوعات یگانہ کے فن کا بنیادی حصہ ہیں۔ یہ موضوعات انسانی زندگی میں سوالیہ نشان کی طرح ہمیشہ سے موجود رہے۔ ہیں مفکروں، دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں نے ان کی اسراریت پر بہت کچھ لکھا ہے مگر خدا، مذہب اور انسان کے درمیان ایک کشمکش ہے کہ چلی آتی ہے۔ اسی کشمکش کو نظیر صدیقی نے یگانہ کے یہاں ذہین اور حساس آدمی کی زندگی میں وراثتی عقیدے اور ذاتی عقیدے کی کشمکش قرار دیا ہے۔(۱۹)

یگانہ کا ذہن انھیں تشکیک اور پھر اس کی اگلی منزل الحاد کی طرف لے گیا۔ یگانہ نے خدا اور بندے کے معاملے کو جس سنجیدگی سے موضوع بنایا ہے وہ مذہب پر ان کے تصورات کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ ''آیات وجدانی (جدید)'' میں ایک مقام پر یگانہ کا بڑا دلچسپ جملہ ملتا ہے ''خدا کو یا مرزا غالب کو جاننے کی طرح کون جانتا ہے مگر مانتے سب ہیں۔ یہ بھی فیشن ہے اور وہ بھی فیشن'' (صفحہ ۴۸)۔ گویا یگانہ خدا کو جانے بغیر ماننے کی روایت کے خلاف ہیں اور جاننا ان کے نزدیک جادۂ شیخ و برہمن سے بے نیاز ہو کر جاننا ہے۔

نگاہِ بے نیازی نے دکھایا راستہ سیدھا  بھٹکتا کوئی کب تک جادۂ شیخ و برہمن پر

یگانہ کے خیال میں ''بندگانِ ضرورت'' نے اپنی اپنی کسوٹی کے مطابق اپنا اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ نکل ہی جاتا ہے مطلب تری قسم کھا کر تو بندگانِ ضرورت کا آفریدہ ہی خدا کو جاننے کے لئے یگانہ دل کو رہنما بناتے ہیں۔ مذہب کے بارے میں بظاہر یگانہ کے متضاد بیانات ملتے ہیں مگر حقیقت میں جب وہ مذہب کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں تو ان کا مدعا خبط مذہب ہوتا ہے ''آیات وجدانی (جدید)'' میں یگانہ نے مذہب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کو ترتیب سے پڑھنے سے یگانہ کے مطالب سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون آرٹ اور مذہب (مملوکہ بلند اقبال) میں بھی انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

یگانہ، آرٹ کو بنی نوع انسان میں موانست کا ذریعہ جانتے ہیں ان کے لفظوں میں ''آرٹ کوئی سا ہو (موسیقی ہو یا شاعری) تمام انسانوں میں ایک خاص ہم آہنگی پیدا کر دیتا ہے۔'' (بہ حوالہ مضمون ''آرٹ اور مذہب'') جب کہ ان کے خیال میں مذہب پرستی ذہنی اور جسمانی غلام میں مبتلا کرتی ہے۔ یگانہ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات موجود تھی کہ جو کچھ مذہب

Scanned by CamScanner

کے نام پر ہو رہا ہے یہ خدائی مذہب کی تعلیم نہیں" اسی مضمون میں وہ استفسار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "خدا جانے یہ کوئی خدائی مذہب ہے یا خبط مذہب" اور اپنا ایک شعر بھی حوالے کے طور پر درج کرتے ہیں۔

سب ترے سوا کافر آخر اس کا مطلب کیا　　سر پھرا دے انساں کا ایسا خبط مذہب کیا

یگانہ کی طرح اقبال نے بھی اپنی نظموں میں ملائیت، خانقاہیت، برہمنیت اور پاپائیت پر جا بجا کاری وار کئے ہیں تاہم یگانہ کا رویہ اقبال کی نسبت قدرے منفی دکھائی دیتا ہے خصوصاً طریقہ عبادات پر ان کے نظریات میں شدت پائی جاتی ہے۔ یگانہ اس کا جواز یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں۔

کہیں رسمی عبادت روح کو بیدار کرتی ہے　　نماز بے عمل سے حق مذہب رائیگاں کیوں ہو

اپنے ایک مضمون "کلام آتش بر نگ صائب" میں بھی انہوں نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے لکھتے ہیں "اکثر منافقین جنہوں نے بمصلحت دنیاوی دین اسلام قبول کر لیا تھا رسول ﷺ کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوتے تو آستینوں میں بت چھپا رکھتے تھے بھلا اس ریاکاری سے کیا حاصل۔ (۲۰)

مذہب کو معاشرتی زندگی میں ہمیشہ بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ یگانہ مذہب کے معاملے میں آزاد خیال واقع ہوئے تھے اور جب انہیں اپنے خارجی ماحول میں ذہنی اور جسمانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ان کا توازن بگڑ گیا۔ ان کی خودسری، آزاد خیالی سے مل کر بالآخر رنگ لائی جس کے امکانات ہمیشہ سے موجود تھے۔ یگانہ کی ایک رباعی ان کے مزاج کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے:

تقلید کا بندہ نہیں خود سر ہوں میں　　واللہ اک آزاد سخن ور ہوں میں
وہ موج نہیں جسے ساحل روک　　دھارا ہوں آج کل سمندر ہوں میں

تاہم راقم کے خیال میں یگانہ کی آخری عمر کی بے دماغی اور اول فول بکنے کو ان کی نثری تحریروں اور شعری کلام میں موجود مذہبی آزاد خیالی سے مربوط نہیں کرنا چاہیے۔

یگانہ کو محبت کا عملی تجربہ نہیں ہوا تھا جس کی کمی نے ان کے اظہار میں خاصی بے رنگی پیدا کی۔ ان کے یہاں گداز، گھلاوٹ اور تیر نیم کش کی خلش میں کمی بھی اسی وجہ سے ہے۔ اگر یگانہ کی زندگی میں سپردگی کی لذت ہوتی تو ممکن ہے ان کی شخصیت اور شاعری کا مزاج یکسر مختلف ہوتا۔ یگانہ کے عشقیہ اشعار تک میں عشق کا سوز نہاں اور جذبات کی گرمی مفقود ہے۔ حسن یا عشق ان کے نزدیک پسندیدہ ضرور ہے مگر وہ تماشائے حسن کے لئے اپنے ذوق اور شوق کو ناکافی سمجھتے ہیں۔ فراق گورکھپوری نے مصحفی کے یہاں ترسنے کی جس کیفیت (TANTALIZATION) کا اندازہ (۲۱) لگایا تھا اس سے ملتی جلتی کیفیت یگانہ کے یہاں بھی ملتی ہے مگر ان کے تجربے کی نوعیت قدرے مختلف ہے یگانہ کا شعر ہے۔

بقدر ذوق تماشائے حسن ناممکن　　ترسنے میں بھی ہے اک کیفیت ترستا جا

یگانہ کے یہاں حسن کا والہانہ احترام جذبات کی شدت نہ سہی مگر رو بہ انحطاط تہذیب کے شاعر ہونے کے باعث وہ حسنِ صداقت اور حسنِ ضمیر کے نئے تصورات تخلیق کرتے ہیں۔ وہ اپنے تجربوں کو کام میں لا کر زندگی کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرتے ہیں ایسے میں حسن ان کے نزدیک طبیعت ہری رکھنے کا وسیلہ تو ہو سکتا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

کوئی چشم شوق کے سامنے ہو تو سوجھتی ہے نئی نئی　　ترے دم قدم کی بہار تھی کہ طبیعت اپنی ہری رہی

مجتبیٰ حسین کے لفظوں میں "حسن کو انہوں نے عاشق کی نہیں ناقد کی نظر سے دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن ان کے یہاں پرستش نہیں غور کرنے کی چیز بن گیا ہے۔ (۲۲)

یگانہ کے کلام سے ہمیں ایک ایسے موڑ کا پتہ چلتا ہے جہاں سے اردو شاعری حسن و عشق کے معاملات کو پار کر کے زندگی

Scanned by CamScanner

کے راستے کی طرف قدم بڑھاتی ہے- یگانہ منقلب ہوتے ہوئے دور کے فرد ہیں اس دور میں پرانی قدریں، پرانی تہذیب اور پرانے طور طریقے نئی قدروں، نئی تہذیب اور نئے زمانے کے طور طریقوں کے لئے جگہ خالی کر رہے تھے- یگانہ اسی تیزی سے گزرتے ہوئے وقت کی پہچان ہیں- انہوں نے غزل کے اصلاع میں رہتے ہوئے روایتی عاشقانہ مضامین کے بغیر حیات و کائنات کے مسائل کو موضوع بنا کر ''تنقید حیات'' کا فریضہ سرانجام دیا اور اس کے باوجود کہ ان کی انفرادی انا ( DRIVE EGO) اجتماعی انا (CULTURE EGO) (۲۳) میں نہ ڈھل سکی اور وہ نفی خودی کا کرب سہنے پر آمادہ نہ ہوئے ان کے کلام میں ایم ڈی تاثیر کے لفظوں میں ''ایک ہم آہنگ طرز خیال پایا جاتا ہے جو ایک مکمل شخصیت کا آئینہ دار ہے'' (۲۴)

میرزا یگانہ منہدم ہوتی ہوئی مغلیہ تہذیب کے شاید آخری فرد تھے- مگر انہوں نے اس انہدام کے خلاف زبردست مدافعت کی تاہم وہ وقت کے دھارے کو گزرنے سے نہ روک سکے جس کا اعتراف انہوں نے اس طرح کیا:

کون ٹھہرے سمے کے دھارے پر　　کوہ کیا اور کیا خس و خاشاک

ممتاز حسین کا یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ ''اُن کی جنگ اس ماحول کے خلاف تھی جو کردار کی تخلیق سے بانجھ ہو چکا تھا اور جس میں ہنر، فن اور شعر و ادب کی کوئی قدر نہ تھی- یگانہ کی شاعری ہمت اور جراتِ فکر کی شاعری ہے- ان کا اثاثۂ فکر زیادہ نہ سہی لیکن یہ کیا کم ہے کہ وہ اپنے وجود کی تہہ تک پہنچے اور چند ایک ایسے سوالات اٹھائے جو آج چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں-'' (۲۵)

یہ سچ ہے کہ یگانہ نے حُسن، حقیقت اور ضمیر کے مروجہ تصورات پر کھل کر نہ صرف اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا بلکہ مروجہ اقدار کو بدلنے کے لئے اپنی ذات کو اپنی خطاؤں کی سزا کے لئے پیش کیا-

---

## حواشی

(۱) بحوالہ، مغربی شعریات، از ہادی حسین، صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، مارچ ۱۹۶۸ء-

(۲) بحوالہ، غزل اور مطالعہ غزل از ڈاکٹر عبادت بریلوی، صفحہ ۵۹۴، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان ۱۹۵۵ء-

(۳) بحوالہ، روایات فلسفہ، از علی عباس جلال پوری، صفحہ ۷۱، مطبوعہ المثال لاہور، ۱۹۶۹-

(۴) بحوالہ، مضمون ''یگانہ کے فن کی یگانگت'' مطبوعہ، ہفت روزہ ''تقاضے'' ملتان، ۱۱ جولائی ۱۹۶۴ء-

(۵) بحوالہ، نئے اور پرانے چراغ، صفحہ ۲۱۷، مطبوعہ ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، طبع سوم، ۱۹۵۵ء-

(۶) بحوالہ، مضمون ''میرزا یگانہ'' مطبوعہ دوماہی، اکادمی لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۵ء، صفحہ ۱۳-

(۷) ایضاً صفحہ ۱۷-

(۸) بحوالہ، سجاد باقر رضوی سے مکالمہ، مطبوعہ روزنامہ جنگ، لاہور، بروز بدھ ۱۵ فروری، ۱۹۸۴ -

(۹) بحوالہ، مقدمہ 'شعر و شاعری' مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، صفحہ ۵۱، مطبوعہ مکتبہ جدید، لاہور، ۱۹۵۳ء

(۱۰) بحوالہ، کارامروز لکھنؤ، فروری، مارچ ۱۹۲۱ء

(۱۱) بحوالہ، مکتوب یگانہ، مطبوعہ کارواں، کراچی، جولائی، ۱۹۵۹ء صفحہ ۸-

(۱۲) بحوالہ، ''یاس یگانہ چنگیزی'' از راہی معصوم رضا، صفحہ ۱۵۵، شاہین پبلشرز، الہ آباد، اگست ۱۹۶۷ء-

(۱۳) بحوالہ، مضمون، 'یگانہ آرٹ'، مطبوعہ آج کل دہلی، مئی ۱۹۵۶، صفحہ ۱۲-

(۱۴) ملاحظہ کیجئے یگانہ کا مضمون ''ملا صائب اصفہانی'' مطبوعہ مخزن، لاہور، دسمبر ۱۹۱۷، صفحہ ۲۶-
یگانہ نے اپنے مضمون میں صائب اور اپنے ہم معنی اشعار بھی دیئے ہیں

Scanned by CamScanner

۱۹۹

(۱۵) صائب کے کلام کی طرف غالب بھی لپکے ہیں۔ غالب کا یہ شعر تو صائب کے شعر کا ہو بہو ترجمہ ہے۔

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں (غالب)

جوں سگ گزیدہ کہ بیزارد ز آب دید آئینہ می گزد من آدم گزیدہ را (صائب)

یگانہ کی یہ غیر مطبوعہ تحریر کلیات صائب مملوکہ یگانہ کی جلد کے اوراق پر دیکھی جا سکتی ہے۔

(۱۶) بحوالہ "غزل سرا" از مجنوں گورکھپوری، صفحہ ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۶۴ء۔

(۱۷) بحوالہ مضمون "یگانہ اور جدید ذہن" مطبوعہ دوماہی "اکادمی" لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۵ء، صفحہ ۵۱۔

(۱۸) جہاں تک ہو بسر کر زندگی عالی خیالوں میں بنا دیتا ہے کامل پیشہ صاحب کمالوں میں (یگانہ)

(۱۹) بحوالہ "موثرات و تعصبات" از نظیر صدیقی، صفحہ ۲۷، مطبوعہ شعبہ تحقیق و اشاعت، مدرسہ عالیہ، ڈھاکہ، دسمبر ۱۹۶۲ء۔

(۲۰) مطبوعہ "نظارہ" میرٹھ ستمبر، اکتوبر ۱۹۱۹ء، صفحہ ۲۸۳۔

(۲۱) فراق گورکھپوری کے تنقیدی مضامین کے مجموعے کا نام "انداز ے" ہے (مطبوعہ ادارہ فروغ اردو لاہور) اس مجموعے میں مصحفی پر مضمون شامل ہے۔ یہ مضمون سب سے پہلے "نگار" کے مصحفی نمبر (مارچ ۱۹۶۲ء) شائع ہوا تھا۔

(۲۲) بحوالہ "نیم رخ" از مجتبیٰ حسین، صفحہ ۳۸، مطبوعہ پاک پبلشرز لمیٹڈ، کراچی ۱۹۷۸ء۔

(۲۳) حسن عسکری نے انفرادی انا کے لئے DRIVE EGO اور اجتماعی انا کے لئے CULTURE EGO کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ دیکھیے مضمون "بھلا مانس غزل گو" بحوالہ کتاب "ستارہ یا بادبان" صفحہ ۲۲۷ مکتبہ سات رنگ کراچی، ۱۹۶۳ء۔

(۲۴) بحوالہ "مقالات تاثیر" صفحہ ۲۳۱، مجلس ترقی ادب لاہور، جون ۱۹۷۸ء۔

(۲۵) بحوالہ مضمون "یگانہ فن" از ممتاز حسین، مطبوعہ تخلیقی ادب (۲) صفحہ ۳۵۹، عصری مطبوعات، کراچی، ۱۹۸۰ء۔